OPEN ACCESS
MA‘ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

جمع القرآن بعہد صدیقؓ کے مرکزی راوی عبید بن سبّاق پر علامہ تمنا عمادی کا نقد ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

سعید احمد
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔
ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی
پروفیسر/چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

Abstract

The summary of this research paper is that the theory of majority of Muslim Ummah’s Scholars regarding the Holy Qur'ān’s compilation is that although it was in written form in the era of Prophet Muhammad (PBH) in different writing instruments, but the trust was on memorization in heart which was Arab's specialty. so when the Messenger of Allah (PBUH) died , the Holy Qur'ān was preserved in the hearts of thousands of companions, as well as the various instruments which were also written in divided booklets, but the Qur'ān was not present in the form of a book as its today.Later on it was collected by Zaid bin Thābit in the era of Abū Bakr Siddique on the advice of 'Umar and once again in the era of 'Uthmān Ghani when the extremist approach seen in society due to “IKHTLAF-E- QIRA’T” in some areas of Islamic state. He formed a committee in the leadership of Zaid ibne Thābit which set the various prescriptions of the Qur'ān from the Prescription of Abū Bakr and sent to the different parts of the State. But the approach of Allāma Tamannā 'Emādi is completely different because in his opinion the Qur'ān was present in the form of one book in the days of Muhammad (PBUH) because he was ordered by Allah to preach the message it is not possible that he left the world while the Holy Qur'ān was not in complete, book, then there are various verses of the Holy Qur'ān which clearly mention that it was in written shape that time.

According to his approach all the Narrations regarding compilation of the Holy Qur'ān in the era of Abū Bakr and then, 'Usmān are fake and made by non-Arabs.The purpose of which was to suspend the position of the Qur'ān, And the false narrators like 'Ubaid bin Sabbāq participated in this conspiracy.

In this research article, the criticism of 'Allāma Tamannā's approach on 'Ubaid bin Sabbāq has been reviewed and realistic efforts have been made to inform readers according to the laws of جرح وتعدیل in Islām.

تمام مسلمانوں کا روز اول سے پختہ ایمان چلا آیا ہے کہ قرآن حکیم جو اللہ تعالی کی طرف سے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اتارا گیا اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود اٹھالیا ہے چنانچہ اس بابت قرآن حکیم میں داخلی شہادتیں بھی پائی جاتی ہیں اور خارجی دلائل بھی، داخلی سے مراد وہ قرآنی آیات جو بذات خود اس کی حفاظت بالکتابہ اور حفاظت بالحقظ

فی الصدور کے بارے میں بتلاتی ہیں اور اگر ان آیات کے علاوہ کوئی اور دلیلِ خارجی نہ بھی ہوتی تو فرق نہ پڑتا، اور خارجی شہادتوں سے مراد وہ روایاتِ حدیث ہیں کہ جن میں تفصیل سے جمع و تدوین قرآن یعنی اس کی حفاظت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں بیسویں صدی میں کچھ لوگوں نے احادیث نبویہ ﷺ کی حجیت اور عدم حجیت پر کلام کرنا شروع کیا جنہیں کسی ایک فرقے کے تحت تو نہ لایا جاسکا کیونکہ ہر کسی کے ہاں قبول روایت کے اپنے معیارات ہیں البتہ ایک قدر مشترک یہ رہی کہ ان کو منکرین حدیث کا نام دیا گیا کیونکہ باوجود تمام تر اختلافات کے یہ گروہ انکار حدیث میں متحد نظر آئے، انہی سے جڑی ہوئی ایک شخصیت جن کو کچھ لوگوں نے منکر حدیث تک قرار دیا حقیقت کچھ بھی ہو لیکن ان کی آراء اور ان کے نظریات جمہور اہل علم سے کسی طرح میل کھاتے نہیں دکھائی دیتے، میری مراد مولانا حیات الحق المعروف علامہ تمنا عمادی مجیبی پھلواری (م ۱۹۷۲ء) ہیں۔

علامہ تمنا عمادی کی شخصیت اور خدمات

علّامہ تمنّا کا تعلق ہندوستان کے مشہور خانوادۂ علم و طریقت سے تھا۔ نسباً جعفری الزینبی تھے۔ مختصر سلسلۂ نسب حسبِ ذیل ہے۔ علامہ محی الدین حیات الحق تمنّا بن نذیر الحق فائز بن سفیر الحق سفیر بن ظہور الحق ظہور بن نور الحق تپاں پھلواروی۔

علامہ تمنّا ۳ شوال ۱۳۰۵ھ / ۱۴ جون ۱۸۸۸ء کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ زیادہ تر اخذِ علم اپنے والد سے کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اوّلاً مدرسۂ حنیفیہ، پٹنہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ یہاں ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۸ء تک عربی اور فارسی کے مدرّس رہے۔ اس کے بعد تقریباً ساڑھے تین سال ہندوستان کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قائم کردہ ودّیا پیٹھ یونیورسٹی (بہار) میں عربی فارسی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں یہاں سے الگ ہوئے، تو پھر کسی ادارے میں ملازمت نہیں کی۔ انہوں شروع ہی سے قرآن کریم سے شغف اور دلچسپی تھی باوجود اس کے کہ ان کا تعلق خانوادۂ خانقاہی سے تھا مگر اوائل عمر ہی میں انہیں تصوف سے شدید بیزاری ہوئی جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی چلی گئی۔ علّامہ تمنا سلسلۂ آبائی کے اعتبار سے نظامِ تصوف سے منسلک تھے لیکن انہوں نے اپنے آباء واجداد کے مسلک کو نہ صرف ترک کیا بلکہ اس پر شدید نکیر بھی کی۔ ۱۹۴۸ء میں انہوں نے مشرقی پاکستان ہجرت کی پھر بعد میں کراچی منتقل ہوئے جہاں انہوں نے بہت اچھا وقت گزارا، علمی و فکری حلقوں میں انہیں شہرت و اہمیت حاصل ہوئی۔

علامہ تمنا عمادی ایک ہمہ جہت عالم دین تھے چنانچہ مولانا اسد القادری ان کی وفات پر اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں "چودہ سال ت بخاری و مسلم، بیضاوی و کشاف اور حماسہ و متنبّی جیسی کتابیں پڑھاتے رہے۔ میر زاہد، ملا جلال اور صدرا وغیرہ معرکۃ الآرا کتابوں پر اس قدر بلند پایہ حواشی و شروح لکھیں کہ اکابر علماء نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ دیوان امرالقیس و مقامات کی شروح لکھیں، عربی صرف و نحو پر محققانہ کتاب لکھی، اردو فارسی اور عربی گرامر پر ایسا عبور شاید ہی کسی کہ حاصل ہو۔ علم عروض و قوافی میں امام وقت تفسیر و تنقید حدیث میں وسیع النظر ماہر، قرآن مجید کے مشہور مفسر، پھر عربی، فارسی اردو شاعری میں استاذانہ مہارت رکھنے والا اگر صرف ایک آدمی ڈھونڈیں تو حضرت استاذ ممدوح کے سوا اور

کوئی ہندوپاک کی وسیع آبادی میں آپ کو نہیں ملے گا" (۱)۔ قرآن و تفسیر کے متعلق علامہ تمنا عمادی کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔ اعجاز القرآن واختلاف قراءات، جمع القرآن، حدیث کے مدون اول ابن شہاب زہری اور تاریخ و تفسیر کے مدون اول ابن جریر طبری، انتظار مہدی و مسیح کی حقیقت، الطلاق مرتان، نماز پنجگانہ اور قرآن کریم، وصیت و وراثت، حقیقت الصوم، الکلالہ، تنقید لغات القرآن، مثنوی کتاب وسنت، محکم و متشابہ اور وحی متلو و غیر متلو تقسیم قرآنی ہے وغیرہ، ۱۹۷۲ء کے شروع میں انہیں حلق کے کینسر کا عارضہ لاحق ہوگیا، بالآخر اسی مرض میں ۲۷ نومبر ۱۹۷۲ء / ۲۰ شوال ۱۳۹۲ھ کو کراچی میں وفات پائی (۲)۔

روایات جمع وتدوین قرآن حکیم اور علامہ تمنا عمادی کا نظریہ

علامہ تمنا عمادی کا موقف یہ ہے کہ "جمع وتدوین قرآن" سے متعلق جتنی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں وہ سب موضوع اور من گھڑت ہیں جو عجمی سازش کے تحت قرآن حکیم کی شان میں تنقیص کے لئے گھڑی گئیں، ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منافقین عجم نے جب دیکھا کہ تمام تر کوششوں کے بعد یعنی قتل حضرت عمر فاروق وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے لے کر جمل وصفین کے جیسے معرکے بپا کرنے کے بعد بھی مسلمان ختم نہ ہوسکے اور ان کا شیرازہ نہ بکھر سکا جس کی وجہ صرف ایک ہی تھی وہ یہ کہ مسلمان تمسک بکتاب اللہ کے حد درجہ پابند تھے اور ان لوگوں کا خیال تھا کہ ان کو روایات حدیث میں الجھا دیا جائے لیکن مشکل یہ پیش آرہی تھی کہ حدیث تو ظنی الثبوت ہے جبکہ قرآن حکیم قطعی الثبوت لہٰذا انہوں نے یہ طریقہ واردات اپنایا کہ کسی بھی طرح سے ایسی روایات گھڑلی جائیں جن کے ذریعے سے یہ باور کرایا جاسکے کہ جس طرح حدیث، ظنی اور اخبار آحاد پر مشتمل ہے اسی طرح قرآن بھی، کیونکہ جمع قرآن والی روایات میں بعض ایسی آیات کا ذکر ہے جو بظاہر بطریق آحاد مصحف میں درج کی گئیں جیسے کہ سورہ التوبہ کی آخری آیات وغیرہ کا ذکر روایات میں ملتا ہے (۳)۔

زیر نظر مضمون میں علامہ تمنا عمادی کی طرف سے جمع وتدوین قرآن حکیم سے متعلقہ روایات پر اٹھائے جانے والے منجملہ اعتراضات میں سے صرف اس حصے کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کرنا مقصود ہے جو ان روایات کے مرکزی راوی عبید بن سبّاق اور ان پر اٹھائے جانے والے اعتراضات اور نقد سے متعلق ہے کیونکہ علامہ تمنا عمادی کے خیال میں انہی کی شخصیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جمع وتدوین قرآن حکیم سے متعلق روایات کی بنیاد اور محور ہے اور انہی پر مدار سند ہے، اور بقول ان کے عبید بن سباق ایک مجہول راوی ہے۔ جہاں تک حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں نسخ مصاحف کا تعلق ہے تو اس بابت جو بنیادی روایت ہے اس میں محمد بن شہاب زہری حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت کرتے ہیں، الغرض عبید بن سباق سے عہد عثمانی میں جمع قرآن پر ہونے والے کام کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں۔ ویسے تو جمع وتدوین قرآن حکیم سے متعلق کتب احادیث میں بکثرت روایات موجود ہیں جن میں صحاح اور سنن ومسانید سب شامل ہیں، بالخصوص عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کی "کتاب المصاحف" کہ جس میں ایک ہی جگہ اس موضوع سے متعلق روایات کو یکجا کیا گیا ہے لیکن علامہ تمنا عمادی نے ذخیرہ احادیث میں سے صرف ان روایات کو نقد کے لئے منتخب کیا ہے جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اگر صحیحین کی روایات

کو " موضوع اور من گھڑت " (جمہور امت کے ہاں صحیحین کی روایات ناقابل جرح ہیں کیونکہ ان کی صحت پر اجماع ہے)ثابت کیاجائے تو باقی روایات از خود ہوا ہو جائیں گی۔

منہجِ تحقیق

زیر نظر تحقیقی مقالے کا منہج نقدی ہے جس میں پہلے علامہ تمنا عمادی کی طرف سے عبید بن سباق پر کئے جانے والے اعتراض کا ذکر ہے اور پھر اصول روایت ودرایت کی روشنی میں اس کا مطالعہ کر کے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں نقد پیش کیا گیا ہے۔ یعنی کہ ہر اعتراض کو الگ الگ ذکر کر کے اس کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ مقالے کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ تمنا عمادی کی عبید بن سباق پر جرح اور اس کی حقیقت
۲۔ عبید بن سبّاق کی "تابعیت" پر علامہ تمنا عمادی کا نظریہ اور اس پر نقد
۳۔ نتائجِ تحقیق

۱-علامہ تمنا عمادی کی عبید بن سباق پر جرح اور اس کی حقیقت

عبید بن سباق پر علامہ تمنا عمادی کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ " یہ مجہول الحال ہیں" (۴) " غرض ان کا ذکر فی الجملہ تفصیل کے ساتھ اگر ہے تو صرف تہذیب التہذیب میں (۵) "۔ عبید بن سباق بنی ثقیف کے ایک فرد یا موالی میں سے تھے اور بنی ثقیف کا تعلق طائف سے ہے جہاں تک اسماء الرجال میں ان کے مدنی لکھے جانے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ بقول علامہ تمنا عمادی کے یہ ہے کہ چونکہ زہری ان سے روایت کرتے ہیں اور زہری کو مدنی مشہور کیا گیا ہے غالبا اسی لیے ان کو بھی مدنی مشہور کرایا گیا ورنہ اور کوئی ثبوت اس بات کا نہیں اور ویسے بھی بنو ثقیف کا خاص تعلق مدینہ منورہ سے کبھی نہیں رہا البتہ کچھ لوگ اگر عہد رسالت میں یا عہد خلفائے راشدین میں مدینہ منورہ منتقل بھی ہوے ہوں تو ان میں سباق نام کا کوئی شخص نہیں ان کے دادا پڑ دادا کا حال تو مطلق معلوم نہیں (۶)۔ اس اشکال میں چونکہ راوی کے مجہول الحال ہونے کا ذکر ہے ،بنیادی طور پر یہ علوم الحدیث کی ایک اصطلاح ہے ،اب ظاہر ہے اس اصطلاح کو کس لئے وضع کیا گیا اس کے جاننے کے لئے اصول حدیث کی کتب کی طرف رجوع کرنا مناسب ہے کہ جہاں سے ہمیں پتہ چلے کہ " مجہول "راوی کسے کہا جاتا ہے اور یہ تو بدیہی سی بات ہے کہ مجہول راوی کی روایت تب تک ناقابل قبول ہے جب تک کہ اس کی جہالت ختم نہ ہو اور اہل علم کی طرف سے مذکورہ راوی کی توثیق نہ کی جائے۔

جہالہ فی الراوی کی تعریف ائمہ حدیث کی نظر میں

جہالت کی لغوی تعریف کرتے ہوے علامہ زبیدی لکھتے ہیں " جَهِلَه، كسَمِعَه، جَهْلاً وجَهالَةً: ضِدُّ عَلِمَهُ. وَقَالَ الحَرالِيّ: الجَهْلُ: التَّقدُّمُ فِي الأُمور المُنْبَهِمَةِ بِغَير عِلْمٍ (۷) یعنی یہ مصدر ہے باب سمع سے جو علم کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے یعنی لاعلمی۔

جہالت کی اصطلاحی تعریف ڈاکٹر محمود الطحان اپنی مشہور کتاب تیسیر مصطلح الحدیث میں کچھ یوں کرتے ہیں "عدم معرفة عين الراوى أو حاله" (۸) یعنی راوی کی ذات یا اس کے حالات واوصاف سے لاعلمی کا نام جہالہ بالراوی کہلاتی ہے۔ یہ تو جہالہ بالراوی کی تعریف ہوئی اب جو راوی مجہول ہو اس کی تعریف بھی ملاحظہ فرمالیں چنانچہ مجہول راوی کی تعریف کرتے ہوئے خطیب بغدادی لکھتے ہیں " المجهول عندأهل الحديث هو كل من لم يشتهر بطلب العلم فى نفسه, ولاعرفه العلماء به ومن لم يعرف حديثه الامن جهة راو واحد "(۹) یعنی مجہول راوی وہ ہے جو بذات خود طلب علم میں مشہور نہ ہو اور علماء اس کو نہ جانتے ہوں اور جس کی روایت حدیث صرف ایک ہی راوی کر رہا ہو۔

تیسیر مصطلح الحدیث میں مجہول راوی کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے "هو من لاتعرف عينه أو صفته" (۱۰) یعنی ایسا راوی کہ جس کی ذات کے بارے میں کسی کو معلوم نہ ہو یا پھر یہ کہ اس کی شخصیت تو معلوم ہو لیکن صفت نا معلوم ہو، گویا اس تعریف میں مجہول راوی کی دو اقسام، مجہول العین اور مجہول الحال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مجہول راوی کو علماء حدیث عام طور پر دو قسموں کی طرف تقسیم کرتے ہیں، مجہول العین اور مجہول الحال لیکن بعض متاخرین نے راوی مجہول کی تین اقسام ذکر کی ہیں یعنی مجہول العین، مجہول الحال ظاہراً و باطناً اور مجہول الحال باطناً دون ظاہر۔ درج ذیل سطور میں مجہول راوی کی انہی اقسام کا بیان ہو گا۔

قسمِ اول: مجہول العین

مجہول العین کی تعریف بعض اہل علم نے یوں کی ہے " وذلك بان لا يروى عنه غير راو واحد فقط، ومن روى عنه عدلان عيناه ارتفعت جهالة عينه "(۱۱) اس تعریف کی رو سے مجہول العین وہ راوی کہ جس سے صرف ایک ہی بندہ روایت نقل کرے البتہ اگر دو عادل رواۃ اس سے روایت نقل کریں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے۔ صاحب تیسیر مصطلح الحدیث مجہول العین کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "هو من ذكراسمه, ولم يرو عنه الا راو واحد "(۱۲) کہ مجہول راوی وہ کہلائے گا جس کا نام تو کتب میں موجود ہو لیکن اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو۔

مجہول العین راوی کی روایت کا حکم

جمہور محدثین کے ہاں مجہول العین راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں یہاں تک کہ اہل علم کی طرف سے توثیق نہ کی جائے (۱۳) لیکن علامہ عراقی نے اپنی کتاب شرح التبصرہ میں مجہول العین راوی کی روایت کے مقبول و مردود ہونے پر کئی اقوال نقل کئے ہیں مثلاً یہ کہ بعض لوگوں کے ہاں مجہول العین کی روایت مطلّقا قابل قبول ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے بعد قبول روایت کے لئے کسی اور شرط کے قائل نہیں، جبکہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر مجہول العین سے روایت کرنے والا شخص ایسا ہو کہ جو صرف ثقہ راوی سے روایت کرتا ہو تو پھر قابل قبول ہے جیسے کہ ابن مہدی اور یحیٰی بن سعید القطان وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر ایسا راوی علمی میدان کے علاوہ زہد و تقوی میں اچھے مقام کا حامل ہو تو روایت قبول کی جائے گی ورنہ نہیں اور حافظ ابن عبدالبر کی یہی رائے ہے۔ آخری قول یہ نقل کیا ہے کہ اگر ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی ایک نے بھی توثیق کی ہو تو مقبول ورنہ مردود، اور اس قول کو ابوالحسن بن قطان کی طرف منسوب کیا

ہے، لیکن پھر ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں " الصحيحُ الذي عليه أكثرُ العلماءِ من أهلِ الحديثِ، وغيرِهم، أنّهُ لا يقبلُ "(۱۴)۔

قسمِ دوم: مجہول الحال ظاہری و باطنی

یہ وہ راوی ہے جس سے دو یا دو سے زائد افراد نے حدیث روایت کی ہو لیکن انہوں نے اس کے ثقہ ہونے کو واضح طور پر بیان نہ کیا ہو چنانچہ ڈاکٹر محمود الطحان لکھتے ہیں "هو من روى عنه اثنان فأكثر، لكن لم يوثق "(۱۵)اور عام طور پر محدثین اس قسم کے راوی کو مجہول العدالۃ ظاہراً و باطناً کا نام دیتے ہیں یعنی ایسا راوی کہ جو مجہول العین کے مرتبے سے تو نکل چکا کیونکہ دو یا دو سے زیادہ افراد اس سے روایت کرتے ہیں مگر ان میں سے کسی نے مذکورہ راوی کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی(۱۶)۔ اسی طرح شرح التبصرہ والتذکرہ، الفیہ عراقی میں مجہول الحال راوی کے بارے میں ہے " مجهولُ الحالِ في العدالةِ في الظاهرِ والباطنِ، مع كونِهِ معروفَ العَيْنِ بروايةِ عدلينِ عنه "(۱۷)۔ اسی طرح دیگر ائمہ حدیث نے بھی مجہول العدالۃ ظاہراً و باطناً کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مجہول الحال کی روایت کا حکم

مجہول الحال فی العدالۃ ظاہراً و باطناً کی روایت بھی جمہور اہل علم کے ہاں نا قابل قبول ہے چنانچہ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی میں علامہ نووی لکھتے ہیں " رِوَايَةُ مَجْهُولِ الْعَدَالَةِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا لَا تُقْبَلُ عِنْدَ الْجَمَاهِيرِ "(۱۸)علامہ عراقی نے یہاں بھی تین اقوال ذکر کیے ہیں کہ مطلق قابل قبول ہے، مطلق نا قابل قبول ہے اور اگر راوی صرف ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہ کرتا ہو تو مقبول ہوگا(۱۹)، جبکہ مقدمہ ابن الصلاح میں مجہول الحال کی روایت کے بارے میں صاحب کتاب لکھتے ہیں " المجهولُ العدالةِ من حيثُ الظاهرُ والباطنُ جميعًا. وروايتُه غيرُ مقبولةٍ عند الجماهير ، على ما نبَّهنا عليه أولا "(۲۰)یعنی مجہول الحال راوی کی روایت جمہور اہل علم کے ہاں غیر مقبول اور مردود ہے۔

قسمِ سوم: مجہول الحال باطنی فقط

جسے عام طور پر مستور کا نام دیا جاتا ہے، مجہول الحال باطناً فقط کا مطلب بیان کرتے ہوئے اہل علم لکھتے ہیں " مجهولُ العدالةِ الباطنةِ، وهو عدلٌ في الظاهرِ "(۲۱)یعنی ایسا راوی کہ جس سے دو یا زیادہ لوگ روایت نقل بھی کریں، اس کے نام وغیرہ کا بھی پتہ ہو اور بظاہر کوئی موجب فسق عمل کے صدور کا تذکرہ بھی نہ ملتا ہو لیکن کسی صاحب علم کی طرف سے ان کی روایات کی قلّت یا بوجوہ، توثیق اور تزکیہ باطن کا ذکر نہ ملتا ہو جس کی وجہ سے باوجود اس کے کہ کچھ ظاہری معلومات ان کی بابت موجود ہیں لیکن چونکہ کلمات توثیق کسی بھی طرف سے موجود نہیں تو درحقیقت وہ اب تک بہر حال مستور الحال ہیں۔

مستوالحال راوی کی روایت کا حکم

مستور الحال راوی چونکہ مجہول العین اور مجہول الحال ظاہرا و باطنا سے تھوڑا مختلف ہے وہ اس طرح پر کہ دو یا دو سے زیادہ لوگ روایت بھی اس سے نقل کرتے ہیں پھر بنیادی معلومات بھی ان کے بارے میں موجود ہیں اور بظاہر کوئی موجب

فسق عمل بھی ایسے راوی کی طرف منسوب نہیں لیکن چونکہ ائمہ جرح وتعدیل کی طرف سے کلمات توثیق موجود نہیں اس لئے ایک گونہ جہالت اب بھی موجود ہے لیکن اہل علم کا ایک طبقہ ایسے راوی کی روایت کے مقبول ہونے کا قائل ہے چنانچہ علامہ ابن الملقن اپنی کتاب "المقنع فی علوم الحدیث" میں فرماتے ہیں "وَثَانِيهمَا مَجْهُول الْعَدَالَة بَاطِنا دون الظَّاهِر وَهُوَ المستورفيحتج بهَا بعض من رد الأول وَهُوَ قَول بعض الشافعيين وَبِه قطع سليم الرَّازِيّ قَالَ لِأَن أَمر الْأَخْبَار مَبْنِيّ على حسن الظَّن بالراوي وَلِأَن رِوَايَة الْأَخْبَار تكون عِنْد من يتَعَذَّر عَلَيْهِ معرفَة الْعَدَالَة فِي الْبَاطِن فاقتصر فِيهَا على معرفَة ذَلِك فِي الظَّاهِر وتفارق الشَّهَادَة فَإِنَّهَا تكون عِنْد الْحُكَّام وَلَا يتَعَذَّر ذَلِك عَلَيْهِم فَاعْتبر فِيهَا الْعَدَالَة ظَاهرا وَبَاطنا"(۲۲) اور اسی طرح کی عبارت مقدمہ ابن الصلاح میں بھی موجود ہے، دونوں کا ترجمہ کچھ اس طرح سے بنتا ہے کہ اخبار کا معاملہ کچھ یوں ہے کہ اس میں راوی کے بارے میں حسن ظن رکھنا پڑتا ہے اور اخبار کی روایت میں جب باطنی عدالت تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو ظاہری عدل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بخلاف قاضی کے سامنے گواہی کے معاملے کے کیونکہ وہاں گواہ کی عدالت کا پتہ لگانا مشکل کام نہیں ہے(۲۳)۔

مقدمہ ابن الصلاح میں مستور کی روایت کی قبولیت اور عدم قبولیت پر بات کرتے ہوئے صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ "قلت: ويشبه أن يكون العمل على هذا الرأي في كثير من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من الرواة الذين تقادم العهد بهم وتعذرت الخبرة الباطنة بهم والله أعلم"(۲۴)۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مستور کی روایت کو قبول کا درجہ حاصل ہے ملاحظہ فرمائیے "وَقَالَ النَّوَوِيّ فِي شرح الْمُهَذّب الْأَصَح قبُول رِوَايَته"(۲۵)۔

ائمہ حدیث کے مذکورہ بالا اقوال سے اتنی بات تو واضح ہوئی کہ اہل علم کی ایک کثیر تعداد مستور راوی کی روایت کے قابل قبول ہونے کے حق میں ہے اور متعدد اہل علم نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ جمہور محدثین کے ہاں مستور راوی کی روایت بھی باقی دونوں قسموں (مجهول العین اور مجهول الحال ظاہرا وباطنا) کی طرح مردود اور ناقابل قبول ہے(۲۶) لیکن اس باب میں علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے مقدمہ ابن الصلاح کی شرح النکت علی مقدمہ ابن الصلاح میں بہت خوبصورت کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عموماً راوی کی تین حالتیں ہیں، کیونکہ راوی کی عدالت اگر معلوم ہے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی اور اگر راوی مجروح ہے تو بالاتفاق مردود الروایہ ہے لیکن اگر مجہول الحال ہے تو پھر امام ابو حنیفہؒ کے ہاں مقبول الروایہ ہے جب تک کہ جرح سامنے نہ آئے اور امام شافعیؒ کے ہاں مردود ہے جب تک کہ اس کی عدالت معلوم نہ ہو جائے، پھر علامہ زرکشی فیصلہ کن تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وَذهب الْمُحَقِّقُونَ من أهل الحَدِيث وَغَيرهم إِلَى التَّوَقُّف عَن الِاحْتِجَاج بِهَذَا الضَّرْب حَتَّى تثبت عدالتهم مِمَّن ذهب إِلَى ذَلِك أَبُو حَاتِم الرَّازِيّ وَأَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيّ-" الخ(۲۷) یعنی محققین کا مسلک یہ ہے کہ مستور راوی کی روایت پر توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ عدالت ثابت نہ ہو جائے اور یہی مسلک ابو حاتم الرازیؒ اور ابو عیسی ترمذیؒ جیسے ائمہ حدیث کا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ مجہول راوی کی تمام اقسام کی روایت زیادہ تر محدثین کے ہاں ناقابل اعتبار ہے حتی کہ نہ صرف یہ کہ جہالت ختم ہو جائے بلکہ قول محقق کے اعتبار سے ائمہ جرح وتعدیل کی طرف سے جب تک کلمات

تعدیل کا ثبوت نہ ہو تب تک ایسا راوی ناقابل حجت ہی رہے گا۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا عبید بن السباقؒ ایک مجہول راوی ہے؟ جیسے کہ علامہ تمنا عمادی کا خیال ہے یا پھر یہ کہ عبید بن سباق کی توثیق ائمہ جرح و تعدیل کے ہاں مسلّم ہے، ذیل کی سطور میں اس کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

کیا عبید بن السباق واقعی مجہول الحال راوی ہے؟

مجہول راوی کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل اور ائمہ حدیث کے اقوال کو سامنے رکھ کر زیر نظر سطور کا مطالعہ کر کے قارئین باآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اصول حدیث کے تناظر میں عبید بن السباق کا رواۃ حدیث میں کیا مقام ہے، چنانچہ امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں" عُبيد بْن السَّبّاق.عَنْ سَهل بْن حُنَيف، وجُوَيرِيَة بِنْت الحارث، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. رَوَى عَنه أَبو أُمامة بْن سَهل، والزُّهرِيّ، وابنه، حِجازِيٌّ"(۲۸)۔ امام عجلی اپنی کتاب تاریخ ثقات میں لکھتے ہیں"عبيد بن السباق"مدني"، تابعي، ثقة"(۲۹)۔

امام ابو حاتم کے بیٹے ابن ابی حاتم لکھتے ہیں" عبيد بن السباق روى عن اسامة بن زيد وسهل بن حنيف وابن عباس وميمونة روى عنه الزهري سمعت أبي يقول ذلك"(۳۰) یعنی امام ابو حاتم کے بیٹے لکھتے ہیں کہ عبید بن سباق حضرت اسامہ بن زید، سہل ابن حنیف، ابن عباس، اور میمونہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہ رہا بلکہ میرے والد ابو حاتم کو ایسا کہتے میں نے سنا ہے۔

معروف امام جرح و تعدیل امام ابن حبان فرماتے ہیں"عبيد بْن السباق يَرْوِي عَن سهل بْن حنيف وَزيد بْن ثَابت وَجُوَيْرِية بنت الْحَارِث روى عَنهُ الزُّهْرِيّ وَأَبُو أُمَامَة بن سهل بن حنيف وَابْنه سعيد بن عبيد"(۳۱) کہ عبید بن سباق مذکورہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے حدیث نقل کرتے ہیں اور ان سے امام زہری، ابوامامہ بن سہل بن حنیف اور ان کے اپنے بیٹے سعید بن عبید وغیرہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

علامہ خزرجی اپنی کتاب تذھیب تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں" عبيد بن السباق بِفَتْح الْمُهْملَة وَالْمُوَحَّدَة الثَّقَفِيّ الْمدنِي عَن زيد بن ثَابت وَسَهل بن حنيف وَعنهُ ابْن شهَاب وَثَّقَهُ غير وَاحِد"(۳۲)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب میں عبید بن سباق کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں"عبيد" بن السباق الثقفي المدني روى عن زيد بن ثابت وسهل بن حنيف وأسامة بن زيد وابن عباس وميمونة وجويرية زوجي النبي صلى الله عليه وسلم وزينب زوج عبد الله بن مسعود وعنه ابنه سعيد وأبو إمامة بن سهل بن حنيف والزهري وزيد بن جعدبة ومسلم بن مسلم بن معبد ذكره بن حبان في الثقات قلت وقال العجلي مدني تابعي ثقة وذكره مسلم في الطبقة الأولى من تابعي أهل المدينة وقال خليفة يكنى أبا سعيد"(۳۳)۔

امام مالکؒ نے اپنی موطا میں بھی عبید ابن السباق سے روایت نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے موطا مالک کی شرح میں عبید بن السباق کے بارے میں جو لکھا ملاحظہ فرمائیے"(مالك عن ابن شهاب عن عبيد) بضم العين بلا إضافة (ابن السباق) بسين مهملة وموحدة المدني أبي سعيد من ثقات التابعين وأشرافهم روى له الستة ، وذكر في التقصي أنه

من بني عبد الدار بن قصي ، وفي التقريب وغيره أنه ثقفي"(۳۴) یعنی عبید بن السباق ثقات تابعین اور اشراف میں سے ایک ہیں اصحاب صحاح ستہ نے ان سے نقل کردہ روایات کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے (۳۵)۔

اس تفصیل سے قارئین اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ عبید بن سباق میں مجہول العین یا مجہول الحال والی کوئی ایک بھی علت نہیں پائی جاتی بلکہ ائمہ محدثین کے ہاں عبید بن السباق نہایت معتبر اور ثقہ راوی حدیث ہیں اور کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ رہا علامہ تمنا عمادی کا یہ کہنا کہ عبید بن سباق کا ترجمہ حافظ ابن حجر کی تقریب کے علاوہ کہیں نہیں ملتا، یہ صرف خلط مبحث کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ جب آپ نے قدغن یہ لگائی کہ یہ راوی اصول حدیث کی رو سے مجہول ہے تو پھر آپ سے سوال یہ ہوگا کہ کیا آپ ان مسلّمہ اصولوں کو مانتے ہیں جو ائمہ حدیث نے رواۃ کی جانچ اور جرح وتعدیل کے سلسلے میں وضع کیے ہیں یا نہیں مانتے؟ اگر مانتے ہیں تو پھر نتیجہ سامنے ہے، اور علامہ تمنا عمادی نے اس بات کا اقرار اپنی کتب میں کر رکھا ہے کہ وہ اصول حدیث کے متفقہ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں متفقہ طور پر صحیح شمار کی جانے والی روایت کو صحیح مانتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں "یہ حقیر ناقد بھی منکر حدیث نبوی نہیں ہے۔ جو حدیث محدثین کے متفقہ اصول کے مطابق صحیح ثابت ہو اس حدیث کو میں واجب الاتباع سمجھتا ہوں"(۳۶)۔

سند حدیث کی صحت کا مدار اس کے رواۃ پر ہوتا ہے اور محدثین حضرات رواۃ ہی کی بنیاد پر کسی حدیث کی صحت یا ضعف کا حکم لگاتے ہیں، اب جبکہ علامہ تمنا عمادی کے اقتباس سے واضح ہوا کہ وہ محدثین کرام کی متفقہ طور پر صحیح تسلیم شدہ احادیث کو نہ صرف یہ کہ صحیح سمجھتے ہیں بلکہ واجب الاتباع بھی سمجھتے ہیں تو انہی کے اقرار کے مطابق ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ صحیح بخاری کی وہ احادیث جو جمع القرآن کے متعلق ہیں ان کو کم از کم صحیح تسلیم کر لیتے جن کا مرکزی راوی عبید بن سباق ہے اور انہی کو مدار روایت قرار دیا ہے علامہ تمنا عمادی نے اپنی تحقیق میں، تو جب عبید بن سباق کی ثقاہت پر محدثین کا اتفاق ہوا۔ کیونکہ کسی محدث نے ان پر جرح نہیں کی۔ تو پھر لازم تھا کہ ان کی حدیث کو صحیح تسلیم کیا جاتا جس طرح کہ حضرات محدثین نے کیا۔ لیکن علامہ تمنا عمادی کی کتب کے مطالعے کے بعد جو بات قاری کی سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ علامہ تمنا عمادی عملی طور پر نقد رواۃ یا تحقیق اسناد و متون کے باب میں خود کو کسی قاعدہ قانون کے پابند نہیں سمجھتے بلکہ جو بات ان کی حمایت میں ہو اسے بہر حال قبول کر لیتے ہیں چاہے وہ سنداً کتنی ہی کمزور اور ضعیف کیوں نہ ہو اور ائمہ جرح وتعدیل کی ہر اس بات کو مان لیتے ہیں جو ان کے موقف کی تائید میں ہو لیکن جب انہی ائمہ حدیث کا قول علامہ تمنا عمادی کی رائے کے خلاف ہو تو چاہئے وہ کتنا ہی مضبوط اور متفق علیہ امر کیوں نہ ہو اس کے تسلیم کرنے میں لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اس بات کو رد کرتے ہیں بلکہ ائمہ جرح وتعدیل کے متعلق بھی بے توقیری کا سامان جمع کر لیتے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد علامہ تمنا عمادی کی یہ بات بھی بے معنی سی ہو جاتی ہے کہ چونکہ عبید بن سباق کا تفصیلی نسب نامہ اور تاریخ پیدائش وغیرہ کتب رجال میں موجود نہیں لہٰذا وہ مجہول الحال ہے، کیونکہ کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے ہی نہیں بلکہ ائمہ محدثین نے قبول روایت کے لئے راوی میں جن شروط کی موجودگی کو لازم قرار دیا ہے وہ بنیادی طور پر دو ہی ہیں یعنی عدالت اور ضبط، عدالت کا مطلب یہ کہ راوی مسلم، عاقل، بالغ اور صفات فسق سے خالی ہو اور ضبط کا مطلب یہ کہ راوی ثقات کی مخالفت کرنے والا نہ ہو البتہ شاذ و نادر ہونے والی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ علامہ نوویؒ

اپنی کتاب "**التقریب والتیسیر**" میں لکھتے ہیں "أجمع المشاهير من أئمة الحديث والفقه أنه يشترط فيه أن يكون عدلاً ضابطاً بأن يكون مسلماً بالغاً عاقلاً سليماً من أسباب الفسق وخوارم المروءة متيقظاً، حافظاً إن حدث من حفظه، ضابطاً لكتابه إن حدث منه، عالماً بما يخيل المعنى إن روى به"(۳۷) اور عقلی طور پر بھی علامہ تمنا عمادی کی یہ بات بالکل بے وزن سی لگتی ہے کیونکہ علم و فضل کے لئے تاریخ پیدائش اور خاندانی پس منظر کا معلوم ہونا ضروری نہیں۔

عبید بن سبّاق کی تاریخ پیدائش ووفات

چونکہ عبید بن سباق ان رواۃ میں سے ہیں جن کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا ذکر ائمہ جرح و تعدیل نہیں کرتے جس کا شکوہ علامہ تمنا عمادی نے بھی کیا ہے " مگر یہ سب کے سب سال ولادت ووفات اور عمر کا مطلق ذکر نہیں کرتے کہ کہیں ان کے شیوخ کے سال وفات سے ملا کر کوئی یہ پتہ نہ لگالے کہ ان میں سے تو کسی سے بھی ان کی روایت بلا کسی واسطہ کے ممکن ہی نہیں" (۳۸)۔ لیکن جب کسی کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا نہیں پتہ تو کون کیسے لکھے گا؟ ہاں البتہ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ عبید بن سباق ۱۱۵ھ میں بقید حیات تھے ملاحظہ ہو" وكان فى هذا الوقت من علماء التابعين عدد كثير فى مملكة الإسلام---منهم عبيدبن السباق"(۳۹)۔

علامہ تمنا عمادی نے عبید بن سباق کی عمر ۶۸ سال متعین کی ہے اور امام بخاری کی تاریخ کبیر کا حوالہ دیا ہے کہ تاریخ کبیر کے مطابق ان کی وفات ۱۱۸ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوی ہے۔ لیکن امام بخاری کی تاریخ کبیر میں اس طرح کی کوئی بات کہیں نہ ملی اور یہ بات شاید علامہ تمنا عمادی کے علم میں بھی تھی اس لئے انہوں نے سہارا لیتے ہوئے یہ کہا کہ "اس کو فتح الباری شرح صحیح بخاری کے حاشیہ پر شارح ابوداود مولانا شمس الحق محدثؒ نے اپنے قلم مبارک رقم سے نقل فرمایا ہے" (۴۰)۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا اتنی اہم بات کو اس قدر کمزور اور غیر تحقیقی انداز سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ اب کسی کتاب کے حاشیے پر کسی کے قلم سے لکھی ہوی بات کو بنیاد بنا کر اتنی بڑی عمارت کھڑی کی گئی کہ عقل دھنگ رہ جائے کیونکہ اسی قلمی حاشیہ پر علامہ تمنا عمادی نے جو نتائج اخذ کئے آپ بھی ملاحظہ فرمائے:

> یہی حال زید بن ثابت سے ان کی روایت کا ہے۔ زید بن ثابت سے جمع قرآن بعہد حضرت صدیق اکبر کی روایت تو مسند احمد، نسائی، ترمذی اور بخاری وغیرہ متعدد کتب حدیث میں ضرور ہے اور اس روایت کا خوب ڈھول پیٹا گیا اور پیٹا جاتا ہے خصوصا بخاری میں جب یہ روایت موجود ہے مگر زید بن ثابتؓ کی وفات خود ابن حجر نے بقول صحیح ۴۵ھ اور بعضوں کے نزدیک ۴۸ھ میں لکھی ہے اور ۵۵، ۵۱ھ وغیرہ اقوال کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے اس لیے عبید بن سباق زید بن ثابتؓ کی وفات کے بعد ہی پیدا ہوئے لیکن سب سے زیادہ ضعیف قول ہی کو معتبر قرار دیجئے تو زید بن ثابت کی وفات کے وقت یہ چار پانچ برس سے زیادہ کے نہیں ہوسکتے ہیں تو ان کی روایت زید بن ثابت سے بلاواسطہ صحیح نہیں ہوسکتی "(۴۱)

کاش علامہ تمنا عمادی جہاں امام ذہبی کے قول کا ذکر کر رہے تھے وہاں انہی کے ہم عصر عالم صلاح الدین خلیل ایبک کے اس قول کی طرف بھی نظر التفات فرماتے جس کے مطابق عبید بن سباق کی وفات ۹۰ھ میں ہوی وہ لکھتے ہیں "توفی

سنة تسعين للهجرة"(۴۲) اگر اس قول کو مد نظر رکھا جائے تو پھر بات واضح ہو جاتی ہے اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے بہ نسبت امام ذہبی کے قول کے کیونکہ ابن سباق کبار تابعین میں سے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ علامہ تمنا عمادی نے اپنے تئیں عبید بن سباق کی عمر ۶۸ سال اور تاریخ وفات ۱۱۸ھ بقول امام ذہبی یہ یقین کر لیا کہ عبید بن سباق کی پیدائش ۵۰ھ کی ہے اور زید بن ثابتؓ کی وفات بقول ابن حجر ۴۵ھ اور سہل بن حنیفؓ کی وفات ۳۸ھ کی ہے لہٰذا عبید بن سباق کا ان دونوں حضرات سے سماع ناممکن ہے اور ابن عباسؓ سے سماع اگرچہ ممکن ہے لیکن انہوں نے اپنی وفات سے کئی برس پہلے روایت بیان کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن سوال پھر یہی ہے کہ پہلے عبید بن سباق کی تاریخ ولادت اور وفات کو تو ثابت کریں جب اس بابت کوئی حتمی رائے موجود ہی نہیں تو پھر یہ کیسے فرض کیا جائے وہ ۵۰ھ میں پیدا ہوے؟ ہو سکتا ہے اس سے پہلے کی پیدائش ہو۔ اور قول ثانی کے اقرب الی الحقیقت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے حضرت جویریہؓ سے روایت کی تو وہاں "سمع" کا لفظ استعمال کیا اور جب سماع کی تصریح ہو گئی تو بات ختم کیونکہ حضرت جویریہؓ کی وفات بقول علامہ تمنا عمادی بحوالہ ابن حجر ۵۰ھ ہے اور حضرت میمونہؓ کی وفات ۴۹ھ ہے(۴۳)۔ جب ابن سباق حضرت جویریہ سے سماع کی تصریح کر رہا جن کی وفات ۵۰ھ ہے تو عین ممکن ہے کہ حضرت زیدؓ سے بھی ان کا سماع ثابت ہو۔ پھر امام بخاری جیسے نقاد محدث نے عبید بن سباق کی روایت حضرت زید بن ثابتؓ سے اپنی صحیح میں نقل کی ہے تو ماننا پڑے گا کہ امام بخاری کی تحقیق کے مطابق بھی عبید بن سباق کا سماع حضرت زید بن ثابتؓ سمیت دیگر صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ لیکن علامہ تمنا عمادی اس کا حل یہ پیش کرتے ہیں کہ جمع قرآن والی یہ روایت اصل صحیح بخاری میں موجود نہ تھی بلکہ بعد کو لوگوں نے یعنی عجمیوں نے اس میں داخل کر دی اور تاریخ کبیر سے عبید بن سباق کی ۱۱۸ھ میں وفات والی بات نکال دی(۴۴)۔ اگر علامہ تمنا عمادی کی اس بات کو تسلیم کیا جائے تو پھر شاید احادیث کی کوئی کتاب قابل اعتماد نہ رہے اور اگلے مرحلے میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منجملہ انکار لازم آئے گا حالانکہ علامہ تمنا عمادی اپنی کتب میں مختلف مقامات پر واضح لکھ چکے ہیں کہ وہ انکار حدیث کے قائل نہیں، البتہ ان کی رائے میں ہر حدیث سنت نہیں اور نہ ہی حدیث قرآن حکیم کی ناسخ ہو سکتی ہے اور یہ کہ جو حدیث موافق قرآن نہیں وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو ہی نہیں سکتی(۴۵)۔

۲۔ عبید بن سبّاق کی "تابعیت" پر علامہ تمنا عمادی کا نظریہ اور اس پر نقد

علامہ تمنا عمادی کی طرف سے ایک اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ "عبید ابن سباق کی جمع قرآن کے علاوہ اور سہل بن حنیفؓ سے مذی کے متعلق ایک روایت کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ سے انہوں نے اگر روایت کی ہیں تو وہ روایات کہاں ہیں؟ ذخیرہ احادیث میں کہیں کوئی روایت نہیں ملتی"(۴۶)۔

علامہ تمنا عمادی کا یہ دعوی بھی اس لئے کوئی زیادہ وزن نہیں رکھتا کیونکہ عبید بن سباق کے بارے میں جو جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ سات صحابہ کرامؓ سے انہوں نے روایات نقل کی ہیں جن میں چار صحابیؓ اور تین صحابیاتؓ شامل ہیں ذیل میں ان روایات کا ذکر ہو گا جو عبید بن سباق نے مختلف صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔

عبید بن سباق نے عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي مَيْمُونَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ يَوْمًا وَاجِمًا، فَقَالَتْ مَيْمُونَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَقَدِ اسْتَنْكَرْتُ هَيْئَتَكَ مُنْذُ الْيَوْمِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ وَعَدَنِي أَنْ يَلْقَانِي اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَلْقَنِي....الخ(۴۷)

اس کے علاوہ ایک اور روایت ابن سباق کی عبداللہ بن عباسؓ سے جسے امام مالک نے اپنی موطا میں نقل فرمایا ہے کچھ یوں ہے:

حدثني يحيى عن مالك عن ابن شهاب عن ابن السباق أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في جمعة من الجمع يا معشر المسلمين إن هذا يوم جعله الله عيدا فاغتسلوا ومن كان عنده طيب فلا يضره أن يمس منه وعليكم بالسواك(۴۸)

یہاں چونکہ سند میں ابن عباسؓ کا ذکر موجود نہیں اور روایت مرسل ہے لیکن اسی حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں مکمل سند کے ساتھ روایت کی ہے ملاحظہ فرمایئے "حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ خَالِدٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ غُرَابٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ، جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ"(۴۹)

عبید بن سباق کی ام المؤمنین حضرت جویریہؓ سے روایت

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ السَّبَّاقِ، قَالَ: إِنَّ جُوَيْرِيَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: «هَلْ مِنْ طَعَامٍ؟» قَالَتْ: لَا، وَاللهِ، يَا رَسُولَ اللهِ، مَا عِنْدَنَا طَعَامٌ إِلَّا عَظْمٌ مِنْ شَاةٍ أُعْطِيَتْهُ مَوْلَاتِي مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ: «قَرِّبِيهِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا"(۵۰)

اسی روایت کو محدث طبرانی نے دوسری سند کے ساتھ المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے(۵۱). اسی حدیث کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں عبید بن سباق عن میمونہؓ سے بھی نقل کیا ہے

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ، ثنا أَبُو بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلِيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «هَلْ مِنْ طَعَامٍ؟» فَقُلْتُ: لَا، إِلَّا عَظْمٌ أُعْطِيَتْهُ مَوْلَاةٌ لَنَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ: «هَاتِيهَا فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا"(۵۲)-

چونکہ علامہ تمنا عمادی نے یہ موقف اپنایا تھا کہ "عبید بن سباق تین عورتوں اور چار مردوں سے روایت کرتے ہیں جن میں صرف سہیل بن حنیف اور زید بن ثابت ہی ہیں جن سے صرف ایک ایک روایت ان کی صحاح میں ملتی ہے اور دونوں غلط اور باقی پانچ یعنی حضرت ام المؤمنین میمونہ، حضرت ام المؤمنین جویریہ، حضرت زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ بن زید سے ان کی ایک روایت بھی نظر نہیں آتی" (۵۳) لیکن بطور مثال یہاں

پر ام المؤمنین حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایات نقل کی گئی ہیں تاکہ قاری فیصلہ کر سکے کہ علامہ تمنا عمادی کی اس بات میں کتنا وزن ہے۔

عبید بن سباق کے تلامذہ

علامہ تمنا عمادی کے خیال میں عبید بن سباق سے نقل کرنے والے صرف دو اشخاص ہیں جن میں ایک ان کا اپنا بیٹا سعید بن عبید بن سباق اور دوسرے محمد بن شہاب زہری، ان دو کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محدثین نے جن دیگر شاگردوں کا ذکر کیا ہے ان کے بارے میں علامہ تمنا عمادی لکھتے ہیں "ابن حجر اس سلسلے میں ابوامامہ سعد بن سہل بن حنیف کا نام سب سے پہلے لکھتے ہیں، واقعی ان کی شخصیت ہے بھی بہت اہم، مگر تعجب یہ ہے کہ ابوامامہ عمر میں عبید بن سباق سے بہت بڑے تھے خود ایک جلیل القدر صحابی کے صاحبزادے تھے اور اپنے والد ماجد کا کافی وقت پا چکے تھے چنانچہ یہ اپنے والد ماجد اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں، ان کو کون سی ضرورت پڑی تھی کہ ایک گمنام شخص جس کے دادا پر دادا کے نام تک کا کسی کو معلوم نہیں---تو پھر ابوامامہ نے کون سی حدیث عبید بن سباق سے روایت کی؟ اور کہاں روایت کی؟ وہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ (۵۴)۔

علامہ تمنا عمادی نے ابوامامہ سہل بن حنیف کے عبید بن سباق سے روایت کے عدم امکان پر جو دلیل دی ہے وہ یہ کہ اتنے بڑے جلیل القدر صحابی کے بیٹے کو کسی گمنام شخص سے روایت کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی جب کہ وہ اپنے والد محترم اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت نقل کرتے ہیں، بادی النظر میں تو علامہ تمنا عمادی کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ کسی طرح بھی ممنوع نہیں کہ کبیر السن، صغیر السن سے علم حاصل نہیں کر سکتا چنانچہ اصول حدیث میں اس پر ایک مستقل باب موجود ہے جسے "رواية الأكابر عن الأصاغر" کا عنوان دیا جاتا ہے اس ضمن میں تفصیلات کے لئے خطیب بغدادی کی کتاب "رواية الآباء عن الأبناء" اور حافظ ابویعقوب اسحٰق ابن ابراہیم وراق (م ۴۰۳ھ)(۵۵) کی کتاب "ما رواه الكبار عن الصغار والآباء عن الأبناء" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس باب میں ایسی بے شمار مثالیں کتب تفسیر و احادیث میں موجود ہیں کہ جس میں کبار صحابہ کرامؓ چھوٹے صحابہ کرامؓ سے روایت نقل کرتے نظر آتے ہیں مثلاً عبادلہ ثلاثہؓ کا کعب احبار سے روایت نقل کرنا اور حضرت عباس بن مطلبؓ کا اپنے بیٹے حضرت فضل بن عباسؓ سے جمع بین الصلواتین کی روایت نقل کرنا وغیر وغیرہ(۵۶)۔ پھر عبید بن سباق کی سہل بن حنیفؓ سے نقل کی گئی وہ روایت جس کے بارے میں علامہ تمنا عمادی نے یہ موقف اپنایا کہ وہ روایت کس کتاب میں ہے؟ پیش ہے وہ روایت مع حوالہ جات کے " ...حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ قَالَ: صَلَّى بِنَا سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ عَلَى جِنَازَةٍ فَلَمَّا كَبَّرَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتَّى أَسْمَعَ مَنْ خَلْفَهُ، ثُمَّ تَابَعَ تَكْبِيرَهُ حَتَّى إِذَا بَقِيَتْ تَكْبِيرَةٌ وَاحِدَةٌ تَشَهَّدَ تَشَهُّدَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ"(۵۷)۔

عین ممکن ہے کہ علامہ تمنا عمادی کی نظر سے یہ حدیث نہ گزری ہو، جو بھی صورت ہو لیکن روایت اپنی جگہ موجود ہے لہٰذا علامہ تمنا عمادی کا اعتراض ختم ہوا۔

کیا عبید بن سباق روایات جمع قرآن میں متفرد ہیں؟

علامہ تمنا عمادی کا یہ ماننا ہے کہ روایت جمع القرآن کہ جس پر عہد صدیقیؓ میں جمع وتدوین قرآن کے حوالے سے ہونے والے کام کی بنیاد ہے وہ محض ایک ایسی روایت ہے جسے صرف حضرت زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں ان سے صرف عبید بن سباق اور ان سے صرف ابن شہاب زہری نقل کرتے ہیں، اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنے اہم کام کا پتہ صرف حضرت زید بن ثابتؓ کو تھا اور انہوں نے اپنے تمام تلامذہ میں سے صرف عبید بن سباق کو بتادیا اور عبید بن سباق نے اپنے تمام شاگردوں میں سے صرف امام زہری کو بتادیا اور امام زہری نے پھر آگے اپنے شاگرد کو، ملاحظہ فرمائیں "اب یہ بھی ذہن نشین فرمالیجئے کہ جمع قرآن والی حدیث صرف زہری سے روایت ہے اور وہ تنہا عبید بن سباق سے روایت کرتے ہیں اور وہ تنہا زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں "(۵۸)۔

اس میں دو رائے نہیں کہ جمع قرآن بعہد صدیقیؓ کے حوالے سے تفصیلی جو روایت ہے وہ زہری عن عبید بن سباق عن زید بن ثابتؓ سے ہی موجود ہے اور اسی روایت کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک سے زیادہ مقامات پر نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ وغیرہ نے بھی اپنی سنن میں یہ روایت درج کی ہے، زہری سے نیچے اساتذہ و شیوخ میں اختلاف ممکن ہے لیکن زہری سے اپر سب کے ہاں یہی سند ہے (۵۹) اسی وجہ سے علامہ تمنا عمادی نے یہ رائے قائم کی کہ جمع قرآن کی روایت تنہا زہری تنہا عبید بن سباق سے اور وہ تنہا زید بن ثابتؓ سے نقل کرتے ہی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جمع قرآن بعہد صدیقیؓ کے متعلق دیگر صحابہ کرام سے متعدد روایات متعدد طرق سے مروی ہیں جنہیں ابن ابو داؤد کی کتاب المصاحف میں دیکھا جاسکتا ہے اور دیگر کتب میں بھی موجود ہیں لیکن مذکورہ کتاب میں زیر نظر موضوع سے متعلق روایات کو یکجا بیان کیا گیا ہے، جبکہ علامہ تمنا عمادی ابن ابو داؤد کو ضعیف اور کذاب سمجھتے ہیں لہٰذا ان کے ہاں اس کتاب میں موجود کوئی روایت اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے لیکن ائمہ حدیث و رجال نے ایک ایک روایت کو کنگھال کر اس کے رواۃ پر اصول جرح وتعدیل کی روشنی میں جرح وتعدیل کے بعد حکم لگا کر واضح کیا ہے کہ اگرچہ اس موضوع پر کچھ روایات ضعیف بھی ہیں کچھ کے رواۃ نا قابل احتجاج بھی ہیں جبکہ بہت سی روایات صحت کے پیمانے پر پوری اترنے والی بھی ہیں۔

اس موضوع پر اکرم عبد خلیفہ دیلمی کی کتاب "جمع القرآن دراسه تحليليه لمروياته" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جو کہ عربی میں ہے اور صاحب کتاب نے تمام مرویات کو درج کر کے ہر روایت کے ہر راوی پر کلام کرنے کے بعد روایت پر حکم بھی لگایا ہے جس سے باآسانی اس موضوع سے متعلق روایات کا احاطہ کیا جاسکتا ہے اسی طرح فہد رومی کی کتاب جمع القرآن الکریم فی عہد الخلفاء الراشدین، اور عبدالقیوم عبدالغفور سندھی کی بھی ایک کتاب اسی نام سے موجود ہے اور ایک اور کتاب ڈاکٹر علی بن سلیمان کی لکھی ہوئی ہے جس کا نام ہے جمع القرآن الكريم حفظا وكتابة۔

بطور مثال یہاں دو روایات پیش خدمت ہیں، پہلی روایت جو ہشام بن عروہ کی اپنے والد حضرت عروہ بن زبیرؓ کے طریق سے ہے ملاحظہ فرمائیے "حدثنا عبد الله--- عن هشام بن عروة عن أبيه، قال: (لما استحر القتل بالقراء يومئذ فرق أبو بكر على القرآن أن يضيع، فقال لعمر بن الخطاب ولزيد بن ثابت: اقعدا على باب المسجد فمن جاءكم بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه "(۶۰)۔ یعنی جب جنگ یمامہ (جو کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی) میں

بکثرت قراءِ قرآن شہید ہوئے تو ابو بکر صدیقؓ پر قرآن کے ضائع ہونے کا خوف لاحق ہو گیا اور انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ اور زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ مسجد کے دروازے پر کھڑے رہو اور جو کوئی بھی کتاب اللہ کا کچھ حصہ لے کر تمہارے پاس دو گواہوں کے ساتھ آجائے تو اس کو لکھ لیا کرو۔

دوسری روایت جسے عبداللہ بن ابوداؤد نے اپنی سند سے کچھ یوں نقل کیا ہے "قال عبد الله بن أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني: حدثنا يعقوب بن سفيان، قال: حدثنا أبو نعيم، قال: حدثنا سفيان عن السدي عن عبد خير عن علي رضي الله عنه قال:رحم الله أبا بكر هو أول من جمع بين اللوحين"(٦١) یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضر ابو بکرؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے پہلی دفعہ قرآن حکیم کو لوحین کے درمیان جمع فرمایا، اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو یہ خود بتلا رہی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہی لکھا ہوا تھا مگر متفرق، جسے ابو بکر صدیقؓ کے حکم پر ایک جگہ جمع کیا گیا اور یہی تدریجی طریقہ ہے جسے اپنایا جاتا ہے کسی بھی کتاب کو لکھنے کے عمل کے دوران۔ علامہ تمنا عمادی ایک طرف تو یہ رائے رکھتے ہیں کہ جمع قرآن والی روایت میں حضرت زید بن ثابتؓ، عبید بن سباقؒ اور ابن شہاب زہریؒ تینوں حضرات متفرد ہیں جبکہ دوسری طرف جب متابعات یا دیگر اجمالی روایات جمع قرآن کے روایتی موقف کی تائید و توثیق میں پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ متابعت تب فائدہ مند اور مقوی ہوتی ہے جب کہ اصل راوی ثقہ ہو لیکن اگر اصل راوی جس پر مدار حدیث ہے وہ بذات خود ایک نا قابل احتجاج انسان ہو تو ایک تو کیا پچاس متابعات بھی کسی کام کی نہیں (٦٢)۔ لیکن نزاع ختم پھر بھی نہ ہو گا کیونکہ عبید بن سباق یا امام زہری جمہور امت کے ہاں ثقہ اور قابل اعتماد رواۃ حدیث ہیں تو ان سے مروی روایات قابل اعتماد و حجت ہیں جبکہ علامہ تمنا عمادی کے ہاں دونوں استاذ شاگرد نا قابل اعتماد ہیں اور ضعیف ہیں لہٰذا ان سے مروی تمام روایت غیر معتبر ہوئیں۔

راقم کی ناقص رائے میں کوئی بھی بحث اس وقت تک کسی نتیجے پر منتج نہیں ہو سکتی جب تلک کہ دونوں فریقین کسی نقطے پر متفق ہونے کے بعد پھر بحث کا آغاز کریں مثلاً زیر نظر مسئلے میں اگر محدثین کے اصول حدیث پر اتفاق کے بعد گفتگو کی جاتی تو اختلاف شاید پیدا ہی نہ ہوتا، علامہ تمنا عمادی کا اگرچہ یہ ماننا ہے کہ وہ محدثین کے متفقہ اصولوں کے مطابق صحیح ثابت ہونے والی احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں ملاحظہ ہو "یہ حقیر ناقد بھی منکر حدیث نبوی نہیں ہے۔ جو حدیث محدثین کے متفقہ اصول کے مطابق صحیح ثابت ہو اس حدیث کو میں واجب الاتباع سمجھتا ہوں"(٦٣) لیکن یہ شاید صرف کہنے، لکھنے کی حد تک ہی رہا ہے کیونکہ جن رواۃ کی بات ہو رہی ہے مثلاً عبید بن سباق یا ابن شہاب زہری، ان کو معروف ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے بھی مجروحین میں شامل نہیں کیا بلکہ سب ان کی ثقاہت اور امامت پر متفق ہیں تو پھر علامہ تمنا عمادی کس طرح کے "اتفاق" کی بات کر رہے تھے؟ ہاں البتہ علامہ تمنا عمادی کی کتب میں جگہ جگہ نظر آئے گا کہ جو روایت ان کے موقف کی تائید میں ہو اس سے استدلال کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتے ہیں اگرچہ وہ روایت اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں ضعیف، منقطع، معضل یا منکر ہی کیوں نہ ہو۔ مولانا ظفر احمد عثمانی اور علامہ تمنا عمادی کے مابین ۱۹۵۲ء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مُردوں کے لئے قربانی کے اثبات و عدم کی بابت ایک مذاکرہ خطوط کا شروع ہوا جو پندرہ خطوط پر مشتمل رہا بالآخر علامہ ظفر احمد عثمانی نے اس سلسلے کو روکتے ہوئے وجہ یہ بتائی کہ میرے اور آپ کے درمیان اصولی

اختلاف ہے لہٰذا جب تک اس اصولی اختلاف کو ختم نہ کیا جائے مزید مناظرے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب کہ علامہ تمنا عمادی کی طرف سے مسلسل یہ اصرار تھا کہ کوئی اصولی اختلاف نہیں، بہر حال یہ مذاکرہ الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ کی جانب سے شائع کیا جا چکا ہے، علامہ ظفر احمد عثمانی نے اپنے آخری خط کو اس شعر کے ساتھ ختم کیا:

گفتگو آیین درویشی نبود　　　ور نہ با تو ماجراها داشتیم

علامہ ظفر احمد عثمانی نے بجا فرمایا کیونکہ آج اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی علامہ تمنا عمادی کی کتب بینی سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کسی اصول اور ضابطے کے پابند نہیں ہیں، وہ عقل کل ہیں اور جو ان کی درایت میں انہیں صحیح لگا اس کو صحیح مان لیا باقی سب ضعیف اور من گھڑت قرار پائیں۔

نتائجِ بحث

مندرجہ بالا گفتگو سے جو نتائج سامنے آتے ہیں ان کو چند نکات کی شکل میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

١ علامہ تمنا عمادی جمہور اہل علم کے اصول جرح و تعدیل اور اصول حدیث کی اتباع کو لازم نہیں سمجھتے اگرچہ لکھا ضرور ہے کہ وہ متفقہ اصول کو مانتے ہیں لیکن عملًا ایسا نہ کر سکے۔

٢ علامہ تمنا عمادی کی طرف سے عبید بن سباق پر لگائے جانے والے "مجہول الحال" ہونے کا الزام محض سطحی نوعیت کا ہے جس کی نقل و عقل میں کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

٣ جمع قرآن بعہد صدیقی کے راوی صرف عبید بن سباق نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بھی اس موضوع پر روایات موجود ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

١ تمنا عمادی، سید حیات الحق و عجاز القرآن واختلاف قراءت (الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ کراچی ١٩٩٣) ص ٦٤

٢ تمنا عمادی، سید حیات الحق، اعجاز القرآن واختلاف قراءات، (الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ کراچی ١٩٩٣)، ص ٧٩-٨٦۔

٣- تفصیل کے لئے دیکھئے: علامہ تمنا عمادی کی کتاب جمع القرآن کا مقدمہ۔

٤- تمنا عمادی، جمع القرآن ص ١٢٥۔

٥- ایضا، ص ١٢٠-١٢١

٦- ایضا ص ١١٨۔

٧- زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضی، (م ١٢٠٥ھ) تاج العروس ج، ط دار الہدایہ، ج ٢٨، ص ٢٥٥

٨- محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ط مکتبہ المعارف ریاض، ص ١١١٩

٩- خطیب، احمد علی بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیہ ١٩٨٤ء، ص ٨٨۔

١٠- محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص ١٢٠۔

۱۱- ابوشہبہ، محمد بن محمد بن سویلم (م ۱۴۰۳ھ) الوسیط فی مصطلح وعلوم الحدیث ج ۱ ص ۴۰۴ ط دار الفکر العربی بیروت۔ دیکھئے: شرح التبصرہ والتذکرہ الفیہ العراقی، ط دار الکتب العلمیہ بیروت، ج ۱، ۳۵۰

۱۲- محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۱۲۱۔

۱۳- تفصیل کے لئے دیکھئے: مقدمہ ابن الصلاح، ج ۱، ص ۲۹۵

۱۴- دیکھئے: العراقی، ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر بن ابراہیم (م: ۸۰۶ھ-) شرح التبصرۃ والتذکرۃ، اِلفیۃ العراقی، ط دار الکتب العلمیہ، تحقیق: عبد اللطیف ھمیم، ماہر یاسین فحل، ج ۱، ص ۲۵۱-۳۵۲

۱۵- ایضا، ص ۱۲۲۔

۱۶- تفصیل کے لئے دیکھئے: مقدمہ ابن الصلاح، ط دار المعارف، ص ۲۹۵

۱۷- العراقی، ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر بن ابراہیم (م: ۸۰۶ھ-) شرح (التبصرۃ والتذکرۃ اِلفیۃ العراقی، ط دار الکتب العلمیہ، تحقیق: عبد اللطیف ھمیم، ماہر یاسین فحل، ج ۱، ص ۲۵۴

۱۸- سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابو بکر، جلال الدین السیوطی (م: ۹۱۱ھ-) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ط دار طیبہ، تحقیق ابوقتیبہ، ج ۱، ص ۳۷۲

۱۹- دیکھئے: شرح التبصرۃ والتذکرۃ: اِلفیۃ العراقی، ج ۱، ص ۳۵۳

۲۰- ابن الصلاح، عبدالرحمٰن بن موسی بن ابوالنصر الشافعی (۵۷۷ھ - ۶۴۳ھ-) مقدمۃ ابن الصلاح ومحاسن الاصطلاح، ط دار المعارف، ص ۲۹۵

۲۱- ایضا، ص ۳۵۵۔

۲۲- ابن الملقن، سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری (م: ۸۰۴ھ-) المقنع فی علوم الحدیث ۱/۲۵۶ تحقیق: عبد اللہ بن یوسف الجدیع ط: دار فواز للنشر - سعودی عرب طباعت اول، ۱۴۱۳ھ، ج ۱، ص ۲۵۶

۲۳- دیکھئے: مقدمہ ابن الصلاح، ج ۱، ص ۲۹۵

۲۴- العراقی، ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر بن ابراہیم العراقی (م: ۸۰۶ھ) التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح، ت: عبدالرحمان محمد عثمان، ط: المکتبہ السّلفیہ بار اول ۱۹۶۹ء، ج ۱، ص ۱۴۵

۲۵- دیکھئے: ابن الملقن، المقنع فی علوم الحدیث، ج ۱، ص ۲۵۷۔

۲۶- دیکھئے: تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۲۱

۲۷- زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی الشافعی (م: ۷۹۴ھ) النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، ت: ڈاکٹر زین العابدین بن محمد بلافریج، ط: اضواء السلف ریاض، ج ۳، ص ۳۷۷

۲۸- بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری، ابو عبد اللہ (م: ۲۵۶ھ-) التاریخ الکبیر، رقم ۱۴۶۰، ط، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن، ج ۵، ص ۴۴۸

۲۹- عجلی، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی (م: ۲۶۱ھ) تاریخ الثقات، رقم ۱۰۷۷، ط: دار الباز الطبعۃ: بار اول ۱۴۰۵ھ-- ۱۹۸۴م)، ج ۱، ص ۳۲۱

۳۰- ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی، الحنظلی، الرازی ابن ابی حاتم (م: ۳۲۷ھ) الجرح والتعدیل، رقم ۱۸۸۶، ط: دارإحیاء التراث العربی —بیروت بار اول، ۱۲۷۱ھ-۱۹۵۲م، ج ۵، ص ۴۰۷

۳۱- ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبَد، التمیمی، ابو حاتم، الدارمی، البُستی (م: ۳۵۴ھ) الثقات رقم ۴۲۱۳، ط: دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن بار اول، ۱۳۹۳ھ، ۱۹۷۳م، ج ۵، ص ۱۳۳

۳۲- خزرجی، احمد بن عبد اللہ بن ابو الخیر بن عبد العلیم الخزرجی انصاری الساعدی الیمنی، صفی الدین (م: بعد ۹۲۳ھ) خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی إسماء الرجال، ت: عبد الفتاح إبو غدۃ، ج ۱، ص ۲۵۵

۳۳- عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر (م: ۸۵۲ھ) تہذیب التہذیب، ط: دائرۃ المعارف النظامیہ انڈیا، بار اول ۱۳۲۶ھ، ج ۷، ص ۶۶

۳۴- زرقانی، محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المصری، شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک، : طہ عبد الرءوف سعد، ط: مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ القاہرۃ بار اول ۲۰۰۳ء، ج ۱، ص ۲۵۴

۳۵- اس کے علاوہ دیکھئے: صلاح الدین بن ایبک کی کتاب "الوافی بالوفیات" ۲۴۵/۱۹، مزی کی "تہذیب الکمال" ۲۰۷/۱۹، امام بخاری کی "تاریخ کبیر" ۴۴۸/۵، "طبقات خلیفہ بن خیاط" ۴۲۱/۱، عجلی کی "تاریخ الثقات" ۳۲۱/۱، ذہبی کی "الکاشف وغیرہ، ج ۱، ص ۶۹۰

۳۶- تمنا عمادی، سید حیات الحق، اعجاز القرآن واختلاف قراءات، ط: الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ کراچی، ص ۶۲۳

۳۷- نووی، ابوزکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف النووی (م: ۶۷۶ھ) التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر فی إصول الحدیث ص ۴۸، ت: محمد عثمان الخشت، ط: دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء۔

۳۸- تمنا عمادی، جمع القرآن ص ۱۲۱۔

۳۹- صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی (م ۷۶۴ھ) الوافی بالوفیات، ط دار إحیاء التراث — بیروت ۱۴۲۰ھ- ۲۰۰۰م، تحقیق: احمد الارنؤوط وترکی مصطفیٰ، ج ۱۹، ص ۲۴۶

۴۰- تمنا عمادی، جمع القرآن ص ۱۲۰۔

۴۱- جمع القران ص ۱۲۵

۴۲- صفدی، صلاح الدین خلیل بن إیبک بن عبد اللہ الصفدی (م ۷۶۴ھ) الوافی بالوفیات، ط دار إحیاء التراث — بیروت ۱۴۲۰ھ- ۲۰۰۰م، تحقیق: احمد الارنؤوط وترکی مصطفیٰ، ج ۱۹، ص ۲۴۶

۴۳- تمنا عمادی، حیات الحق، جمع القرآن ص ۱۲۴۔

۴۴- دیکھئے: تمنا عمادی، جمع القرآن ص ۱۱۳- ۱۱۴

۴۵- دیکھئے علامہ تمنا عمادی کی کتاب "الطلاق مرتان" ص ۳۲ جسے دوست ایسوسی ایٹس لاہور نے ۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔ زیر نظر کتاب کے مقدمے میں علامہ تمنا عمادی نے جو تاریخ لکھی ہے وہ ۱۹۶۳ء ہے یعنی انہوں نے یہ کتاب ۱۹۶۳ء میں لکھی، پھر اسی کتاب میں وہ "ومثلہ معہ" کے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا انکار کر رہے ہیں جس سے ان لوگوں کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ علامہ تمنا عمادی کی یہ رائے ابتدائی دور کی تھی بعد میں تسلیم کر چکے تھے، کیونکہ علامہ تمنا عمادی کا انتقال ۱۹۷۲ء میں ہوا ہے تو گویا وفات سے ۹ برس قبل تک تو ان کی یہی رائے تھی۔

۴۶- دیکھئے: تمنا عمادی، جمع القرآن، ص ۱۲۳- ۱۲۴

۴۷ - مسلم ابن الحجاج القشیری، المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث نمبر ۲۲۰۵ کتاب اللباس والزینۃ ج ۲، ص ۱۶۶۴-۱۶۶۵۔

۴۸ - مالک ابن انس، امام دار الھجرہ، موطا امام مالک. بروایت یحیٰ بن یحیٰ اللیثی، تحقیق کلال حسن ص/۷۷ ط مؤسسة الرسالة۔ فاضل محقق حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "الحدیث مرسل اخرجه الشافعي فی مسندہ ۲۶۸، وابن ابی شیبہ فی "مصنفہ" : (۴۳۵/۱) والبیھقی فی "الکبری" (۲۴۳/۳) مرسلا۔ قال البیھقی: ہذا ہو الصحیح مرسل، وقد روی موصولا، ولا یصح وصلہ۔

۴۹- ابن ماجہ، ابو عبداللہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ بتحقیق محمد فؤاد عبد الباقی ج/۱ ص/۳۴۹ حدیث نمبر ۱۰۹۸ ط دار احیاء الکتب العربیہ ۔ و قال محمد فؤاد عبدالباقی: فی الزواید: فی اسنادہ صالح بن ابی الأخضر لینہ الجمھور و باقی رجالہ ثقات. اور علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے، دیکھئے صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۰۹۸، ج ۳، ص ۹۸

۵۰ - مسلم، ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، بتحقیق محمد فؤاد عبد الباقی بَابُ إِبَاحَةِ الْهَدِيَّةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِبَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، وَإِنْ كَانَ الْمُهْدِي مَلَكَهَا بِطَرِيقِ الصَّدَقَةِ، وَبَيَانِ أَنَّ الصَّدَقَةَ، إِذَا قَبَضَهَا الْمُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ زَالَ عَنْهَا وَصْفُ الصَّدَقَةِ وَحَلَّتْ لِكُلِّ أَحَدٍ مِمَّنْ كَانَتِ الصَّدَقَةُ مُحَرَّمَةً عَلَيْهِ۔، رقم ۱۰۷۳، ج ۲ ص ۷۵۴

۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ، ح، وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسَى، ثنا الْحُمَيْدِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو الْخَلَّالُ الْمَكِّيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَدَنِيُّ إِنَّ جُوَيْرِيَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: «هَلْ مِنْ طَعَامٍ ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلِيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «هَلْ مِنْ طَعَامٍ؟» قُلْتُ: لَا إِلَّا عَظْمٌ أُعْطِيَتْهُ مَوْلَاتُنَا مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ: «قَرِّبِيهِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا" طبرانی، سلیمان بن احمد، المجم الکبیر، ج/ ۲۴ ص/۵۱۔

۵۲ - طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مسند میمونہ بنت الحارث زوج النبی ﷺ بتحقیق حمدی عبد المجید السلفی ط مکتبہ ابن تیمیہ محقق کتاب نے حدیث پر حکم نہیں لگایا البتہ اتنا کہا کہ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے مگر وہاں میمونہ کے بجائے جویریہ ہے۔ اور بخاری نے بھی بطریق ام عطیہ اس کو نقل کیا ہے، ج ۲۴، ص ۲۹، حدیث ۷۷

۵۳ - تمنا عمادی، جمع القرآن ص ۱۲۵۔

۵۴- تمنا عمادی، جمع القرآن ص ۱۲۵-۱۲۶۔

۵۵- اسحٰق بن ابراہیم بن یونس المنجنقی الوراق ان کا نام ہے ابو یعقوب کنیت نزیل مصر، حافظ ابن حجر نے ان کے بارے میں لکھا "حافظ اور ثقہ تھے" ۳۰۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے تقریب التہذیب ج ۱، ص ۹۹

۵۶- اس باب میں حافظ ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی کی کتاب "ممارواہ الأکابر عن الأصاغر" قاری کو دیگر کتب سے مستغنی کر دیتی ہے، اس جزء کی تحقیق ڈاکٹر خالد بن محمد بن سعید باسمح نے کی، ط: دار التوحید للنشر۔

۵۷- البیھقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، ابو بکر البیھقی (م: ۴۵۸ھ) السنن الکبری للبیھقی، حدیث نمبر ۱۲۹۶۱، ت: محمد عبد القادر عطا، ط: دار لکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ۔، ج ۴، ص ۶۴

۵۸- تمنا عمادی، جمع القرآن، ط الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ اشاعت ثانی جمادی الاول ۱۴۱۵ھ اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۹

۵۹- بخاری، محمد بن إسماعیل ابو عبداللہ البخاری الجعفی، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ ت: محمد زہیر بن ناصر الناصر، ط: دار طوق النجاۃ، طباعت اول، ۱۴۲۲ھ، ج ۶ ص ۱۸۳، حدیث نمبر ۴۹۸۶

٦٠- کتاب المصاحف لابن اِبی داود: ۱/۱۴۸-۱۴۹؛ ورواہا السخاوی بسندہ عن ابن اِبی داود؛ ینظر: جمال القراء: ۱/٨٦. واورد ہا اِبو شامۃ عن ابن اِبی داود اِیضا فی المرشد والوجیز: ۵۵۔ اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "رجالہ ثقات مع انقطاعہ" فتح الباری ۹/۱۷۔ اور اس کے انقطاع کی وجہ یہ ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت صدیق اکبرؓ کو نہیں دیکھا۔

٦۱- کتاب المصاحف لابن اِبی داود: ۱/ ۱٦۵؛ ومصنف ابن اِبی شیبۃ، کتاب فضائل القرآن، باب اِول من جمع القرآن، رقم (۳۰۲۲۹): ٦/ ۱۴۸. یہ روایت حسن ہے کیونکہ اس کی سند میں اسماعیل سدی کبیر ہے جو کہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کے نزدیک صالح الحدیث ہے جب کہ ابن حجر نے ان کو صدوق الحدیث لکھا ہے باقی تمام رواۃ ثقہ ہیں دیکھئے تقریب التہذیب ۱/۱۰۸ اور تہذیب الکمال ۳/۱۳۲، لیکن اس روایت کی متابعات کافی موجود ہیں۔ مثلاً "حدثنا عبداللہ، قال: حدثنا عمر بن شبۃ، قال: حدثنا اِبو اِحمد الزبیری، قال: حدثنا سفیان، عن السدی عن عبد خیر عن علی، قال: (اِعظم الناس اِجرا فی المصاحف اِبو بکر، فاِنہ اِول من جمع بین اللوحین" (المصاحف لابن اِبی داود، ج۱، ص ۱٦۵۔

٦۲- دیکھئے: تمنا عمادی، جمع القرآن ص ۱۴۹

٦۳- تمنا عمادی، سید حیات الحق، اعجاز القرآن واختلاف قراءات، ط: الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ کراچی، ص ٦۲۳،